قرآن بُرہانِ الٰہی

ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم

قرآنِ مجید وہ مہتم بالشان صحیفۂ ہدایت ہے جس نے نہ صرف تاریخِ انسانی کا دھارا موڑا، بلکہ فکروعمل کا معیار بھی یکسر تبدیل کر دیا۔ قرآنِ مجید کی صورت میں الہامی تعلیمات نے نہ صرف حیاتِ انسانی کو متاثر کیا، بلکہ اس کائنات کے حیرت انگیز اسرار کی پردہ کشائی کے ساتھ مدتِ دراز سے مروج ہرنوع کے افکار ونظریات کے علی الرغم کائنات کی اَبدی اور کھلی حقیقتوں پر مضبوط، مؤثر اور مستحکم دلائل پیش کیے۔

قرآنِ مجید روے زمین پر کائنات کے خالق، مالک، آقا و حاکم اور مقتدرِ اعلیٰ کی حقانیت بلکہ وجود پر سب سے بڑی، روشن اور شان دار دلیل ہے۔ اسی لیے سورۃ النساء میں اسے 'بُرہان' قرار دیا گیا۔ بُرہان کے لغوی معنی 'دلیل اور حجت' کے ہیں۔ دلیل راہنما کو بھی کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ نظریہ، عقیدہ، فکر اور اصول بھی ہے، جو کسی بھی معاملے میں واضح اور فیصلہ کن رہنمائی عطا کرے۔

قرآنِ مجید کی ہر آیت اور ہر حرف تاقیامت دلیل وحجت اور کامل رہنمائی ہے۔ وہ لوگ جو حق وراستی کے طالب ہوں، ان کے قلوب واذہان ہرنوع کی کجی اور ٹیڑھ سے پاک ہوں، قرآنِ کریم انھیں ہمہ پہلو دلائل وبراہین سے حق کا شعور وآگہی، عمل کی توفیق اور استقامت عطا کرتا ہے۔

قرآنِ مجید نے اپنے طرزِ استدلال میں وہ تمام اسالیب اختیار کیے، جن کا تعلق انسان کی عقل وفہم، سماعت اور مشاہدے سے ہو۔ قرآن نے مروج ادبی معیارات سے کہیں بڑھ کر بلندتر معیار کو اپنا کر دقیق سے دقیق بات پاکیزہ، واضح اور مؤثر انداز میں اس طرح بیان کی کہ ہر شخص نے اپنی فہم و دانش اور ظرف کے مطابق اس سے نہ صرف صراطِ مستقیم کا شعور حاصل کیا، بلکہ اس کے

جلال وکمال اور ہیبت وعظمت کے سامنے مبہوت ہوکر رہ گیا۔

دلائل و براھین

قرآنِ حکیم نے اپنے دلائل و براہین پر جن لوگوں کو غور وفکر کی دعوت دی، ان میں اہلِ عقل و دانش، اہلِ ایمان اور اہلِ علم کے ساتھ اللہ کا خوف رکھنے، آیات کو سننے اور انھیں سمجھنے کی صلاحیت رکھنے، ان سے نصیحت پکڑنے اور اس نعمت عظمیٰ پر شکر بجالاتے ہوئے اس کی عطا کردہ راہِ ہدایت پر استقامت دکھانے والے شامل ہیں۔

● کتاب لاریب: قرآنِ مجید کے دلائل و براہین کا اوّلین موضوع خود اس کا اپنا وجود ہے۔ اس کی پہلی دلیل ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرہ ۲:۲)، یعنی یہ کتابِ مقدس ہر نوع کے شک وشبہے سے بالا، ہر آمیزش سے مبرا، ہر کجی سے پاک اور دونوں جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ قرآن نے خود کو ہدایت، موعظت، شفا، رحمت، حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا اور نصیحت قرار دیتے ہوئے نہایت قوی دلیل دی کہ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ (انعام ۶:۱۵۳)، کہ میرا بیان کردہ راستہ ہی سیدھا راستہ ہے، لہٰذا اسی کی پیروی میں نجات اور اس سے انحراف سراسر گمراہی ہے۔ قرآن نے اپنے وجودِ مسعود و محمود کے ساتھ اپنے محفوظ ہونے پر بھی دلائل دیے کہ یہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں، اس کا نازل کرنے والا اللہ بزرگ و برتر ہے، اور وہی اس کا محافظ بھی۔ قرآن نے اپنے وجود کی عظمت اور حقانیت پر دلیل دیتے ہوئے تمام جنّ وانس کو چیلنج دیا کہ وہ سب مل کر اس کے افکار و نظریات تو دُور کی بات، اس کی ایک سورۃ یا آیت جیسا کلام بنا کر دکھائیں۔ پھر خود ہی اعلان بھی کردیا: لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ کہ سارے جنّ وانس مل کر بھی ایسا ہرگز نہ کرسکیں گے۔ قرآن نے اپنے وجود پر ایک اور قوی دلیل یہ پیش کی کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر ۵۴:۳۲)، یعنی یہ معانی و مفاہیم، قرأت و تجوید اور حفظ و عمل کے اعتبار سے نہایت آسان ہے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ تو ہے کوئی اس سے نصیحت حاصل کرکے اپنے سینوں میں اُتارنے اور کتابِ حیات پر نافذ کرنے والا؟

● صاحبِ قرآن: قرآن نے اپنے براہین کا دوسرا موضوع صاحبِ قرآن کو بنایا، اور صاحبِ قرآن کے اُمّی ہونے کو اپنے لاریب ہونے پر دلیل بنایا کہ وہ ذاتِ اقدس جو اُمیوں کے

معاشرے سے اُٹھی، اور الہامی تعلیم و تربیت اور راہنمائی کے سایے میں اُس اخلاق و کردار سے متصف ہوئی، جو خود قرآن کا پرتو، اس کی عملی تصویر اور ہمہ پہلو مجسم دلیل قرار پائی۔ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن، اور یہی وجودِ اقدس تا بہ اَبد انسانیت کے لیے نمونۂ عمل اور اسوۂ حسنہ، معیارِ ہدایت و ضامنِ نجات قرار پایا۔ قرآن نے نہ صرف بعثتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل فراہم کیے، بلکہ منصبِ رسالت پر بھی ہمہ پہلو دلائل پیش کیے۔

● **جبریلِ امین علیہ السلام**: قرآنِ حکیم نے اپنے دلائل کا تیسرا موضوع بارگاہِ الٰہی سے بارگاہِ رسالت میں لانے والے کو بنایا، کہ وہ بھی نہایت محترم، معتبر اور مستند واسطہ ہے۔ یہ پیام رساں جبریل امینؑ نہایت عظیم المرتبت، بارگاہِ الٰہی کا نہایت قوی مقرب، فرمانِ الٰہی کا پابند اور صاحبِ امانت ہے۔

● **ہستی باری تعالیٰ**: براہین قرآنی کا چوتھا اور کلیدی موضوع وجودِ باری تعالیٰ اور اس کی توحید، عظمت و جلال، اختیار و اقتدار، وسعت و قوت کا اعلان و اظہار ہے۔ اور نہ صرف نزولِ قرآن اور بعثتِ رسالت مآبؐ کا مقصد ہے، بلکہ تحقیق کائنات کی غرض و غایت بھی یہی ہے۔ قرآنِ حکیم نے انسان کے اپنے وجود، تخلیق، تکوین کائنات اور بے شمار ظاہر و باطن، مظاہر قدرت اور مناظر فطرت کو دلیل بنا کر اللہ کی وحدانیت، عظمت، کبریائی، قوت و اختیار و اقتدار، جلال و جمال اور ذاتِ باری کے ہر پہلو کو نمایاں اور واضح کیا۔ قرآن نے اپنے دلائل سے تخلیق کائنات کا یہ مقصد واضح کیا کہ نہ تو یہ کھیل تماشے کے لیے ہے اور نہ بے مقصد۔ تخلیق جنّ و انس اور تکوین کون و مکاں کا واحد مقصد اللہ کی ہمہ پہلو، مکمل اور مسلسل عبادت، یعنی بندگی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات ۵۱:۵۶) ''میں نے جنّ اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں''۔

● **حقیقتِ کائنات**: قرآنِ حکیم اس حقیقت پر بھی بُرہان ہے کہ یہ کائنات اَبدی نہیں، فانی ہے۔ بقا و دوام تو فقط ذاتِ باری تعالیٰ کو ہی ہے۔ اس کائنات کا انجام آخرت ہے، جو بہرصورت اور بہت جلد برپا ہوگی۔ عدلِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ حیاتِ دنیوی میں آزمایش کے لیے بھیجے جانے والوں کی مہلتِ عمل مکمل، امتحان کا اختتام ہو اور فیصلے کا دن برپا کر کے جزا و سزا کے

ذریعے اہلِ کفر اور اہلِ ایمان میں وعدے کے مطابق فرق و امتیاز کیا جائے۔ قرآنی دلائل کی روشنی میں دنیا تو دارالعمل، متاعِ قلیل اور بے وقعت ہے، جب کہ آخرت بہتر، دائمی اور دارالجزا ہے۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰىo (الاعلیٰ ۸۷:۱۷)

●**تسخیر کائنات:** براہین قرآن کا چھٹا موضوع تسخیر کائنات ہے کہ یہ بحر و بر، شمس و قمر، لیل و نہار، سب بندۂ مومن کے لیے اور اس کی میراث ہیں۔ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (لقمان ۳۱:۲۰) ''کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمھارے لیے مسخر کر رکھی ہیں''۔ مومن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ انھیں امانت تصور کرتے ہوئے آقا و مولا کی مرضی و منشاء کے مطابق استعمال تو کرے، لیکن ان میں گم اور غرق ہو کر نہ رہ جائے۔ اس کائنات کے اسرار و رُموز سے آگاہی حاصل کر کے اپنے رب کی معرفت اور اپنی شب تاریک سحر تو کرے، اس دنیا کے زینت و تفاخر اور دھوکے میں ڈالنے والی رعنائی و دل کشی کا اسیر ہرگز نہ بنے۔

●**قوموں کا عروج و زوال:** ساتواں موضوع جسے قرآنِ حکیم نے اپنے دلائل و براہین کا مرکز بنایا، وہ قوموں کا عروج و زوال ہے۔ اُممِ سابقہ کے تذکرے، انبیا اور ان کے اصحاب کے قصے، قوموں کے انفرادی و اجتماعی کردار، معاشرتی رویے، آیاتِ الٰہی کی تکذیب، عناد اور مخالفت کے انجام، اہلِ کفر اور اہلِ ایمان کے معرکہ ہائے حق و باطل، ظلم و جبر کی داستانیں، صبر و استقلال اور عزیمت کے واقعات، انسانوں پر انسانوں کی خدائی کے جھوٹے دعوے اور ان کے عبرت ناک انجام ـــــ ان سب کو قرآن نے اس امر پر دلیل بنایا کہ حق و باطل ہمیشہ سے برسرِ پیکار رہے ہیں، لیکن غلبہ بالآخر اہلِ حق کو ہی حاصل ہوا۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اٰلِ عمرٰن ۳:۱۳۹) ''تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو''۔

o دوسرا یہ کہ اہلِ حق خواہ تھوڑے ہی ہوں، مگر صبر و استقامت کے کوہِ گراں ہوں، تو فتح و نصرت اُن ہی کا مقدر ہے: كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ ۲:۲۴۹) ''بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا ہے''۔

○ تیسرا یہ کہ وہ قومیں جو اپنے اجتماعی و انفرادی کردار کی طرف توجہ اور اصلاحِ احوال کی کوشش سے غفلت برتیں، اللہ ان کا ساتھ نہیں دیتا۔

○ چوتھا یہ کہ جس قوم کے اصحابِ ثروت عیش وعشرت اور بدکاریوں میں مبتلا ہوں، جہاں عدل و انصاف کے بجائے ظلم کا بازار گرم ہو، وہ قومیں جو اللہ کے دین سے اعراض اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی مجرم ہوں، کبھی سربلند اور معزز نہیں رہ سکتیں۔ ان کا انجام دنیا میں بھی رُسوا کن اور عبرت ناک ہوا، ان کی زندگیاں تلخ سے تلخ تر اور مصائب شدید سے شدید تر ہوئے اور آخرت کی اَبدی ذلت اور دائمی عذاب بھی اُن کا مقدر بنا۔ قرآن نے اہلِ حق کو یہ دعوت دی کہ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (انعام ۶:۱۱) کہ زمین میں عبرت کی نگاہ لیے چلو پھرو اور دیکھو کہ مفسدین و مکذبین کا انجام کیا ہوا؟

چند مزید حقائق

قرآنِ حکیم نے ان چند بنیادی موضوعات پر بار بار، تفصیلی اور مستحکم دلائل دینے کے علاوہ بعض دیگر اُمور اور حقائق کے بارے میں بھی مدلل رہنمائی عطا کی، جن میں:

— شیطان کو انسان کا کھلم کھلا دشمن قرار دے کر، اس کی چالوں سے آگاہ و خبردار رہنے کے ساتھ، اس کے نقشِ قدم پر چلنے سے منع فرمایا۔

— جنت: اللہ کا وعدہ اور اس کی رضا و خوشنودی کی مظہر ہے۔ یہ ہر مومن کا مقصد، تمنا اور آرزو ہے۔ قرآن نے دلائل سے واضح کیا کہ جنت کا راستہ اس قدر آسان نہیں۔ اس کی قیمت تو اللہ کا تقویٰ، ہوائے نفس سے اجتناب، رسولؐ کی کامل اطاعت و اتباع اور قرآن کی پیروی کے ساتھ راہِ حق کی ہر آزمایش میں صبر و استقامت کا مظاہرہ ہے۔ اور جو اس کا اُمیدوار اور خریدار ہو، اسے بطورِ قیمت اپنی جان اور مال اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہوگا۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط (التوبۃ ۹:۱۱۱) ”حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں“۔

— بلاشبہہ قرآنِ حکیم اس امر پر بھی بُرہان ہے کہ اللہ کا دین اس کی نعمت بن کر مکمل ہو چکا ہے۔ اس میں نہ کمی کا اختیار ہے، نہ اضافے کی گنجایش۔ دین اسلام ہی اللہ کا پسندیدہ اور اس کی بارگاہ میں مقبول ترین ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف (اٰلِ عمرٰن ۳:۱۹)۔ اس

کے علاوہ کوئی اور نظریۂ حیات، فلسفۂ تہذیب وتمدن، اصولِ اخلاق و سیاست، نظامِ معیشت و معاشرت اللہ کے نزدیک غیرمقبول ہیں۔

— دلائل قرآنی میں ایک اورقوی دلیل معیارِتقویٰ وفضیلت کے بارے میں ہے۔اس کے براہین کی روشنی میں قوم، زبان، رنگ، وطن، دولت وقوت، شان وشوکت ہرگز معیارِفضیلت نہیں۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط (الحجرات ۴۹:۱۳)،درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جوتمھارے اندرسب سے زیادہ پرہیزگار ہے‘‘۔ اللہ کی بارگاہ میں معیارِشرف وعزت فقط ’تقویٰ‘ یعنی خوفِ خدا ہے۔تقویٰ بہترین توشۂ آخرت، اہلِ دانش کی میراث ہے۔تقویٰ مسجد کی دیواروں، ماتھے کی محرابوں اور تسبیح کے دانوں میں نہیں، اس کا مرکزتو دل ہے۔

— قرآن نے اس حقیقت پر بھی بُرہان پیش کی کہ نیکی کا مروّج تصور اور اللہ کا عطا کردہ ضابطہ معروف ومنکر مختلف ہیں۔ اللہ کی نگاہ میں مشرق ومغرب کی طرف رُخ کر کے عبادت کرنا، قربانی کا خون اور گوشت اس کی نذر کرنا، مقدس مقامات کی تعمیر، یا مفادِ عامہ کے چند کام انجام دے لینا ہی نیکی نہیں، بلکہ نیکی تو حقوق اللہ کی ادایگی کے ساتھ حقوق العباد کی تکمیل کا نام ہے۔

— قرآن اس حقیقت پر بھی بُرہان ہے کہ اللہ کے طے کردہ ضابطوں کے مطابق کوئی اچھا یا بُرا عمل خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، ہرگز نظرانداز نہ کیا جائے۔ اللہ جو انسان کے ظاہر و باطن سے آگاہ اور خبردار ہے، انھیں حکم دیتا ہے کہ تمھارا کام تو فقط خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ عمل کرنا ہے۔ اِعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط (التوبۃ ۹:۱۰۵)’’تم عمل کرو، اللہ اور اس کا رسولؐ اور مومنین سب دیکھیں گے کہ تمھارا طرزِعمل اب کیا رہتا ہے‘‘۔

قرآنِ مجید کی ہرآیت کسی نہ کسی انسانی رویے کے حُسن وقبح پر دلیل اور کسی نہ کسی اَبدی اور سچی حقیقت کی غماز ہے۔ یہ سب دلائل و براہین انسان کی ہدایت کا سامان اور قلب ونظر کے اطمینان، اور دنیا کی فلاح اور عقبیٰ کی نجات کا باعث ہیں۔

قرآن کامطالبہ

قرآن دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ انسان کی بیش بہا خوش بختی ہے کہ وہ حاملِ قرآن

ہے مگر بحیثیت مجموعی اس کی سب سے بڑی بدبختی بھی یہی ہے کہ وہ تارکِ قرآں ہے۔ وہ اس سے غافل ہی نہیں ہے، بلکہ اپنی زندگی کے ہر معاملے میں اس سے اعراض برتتے ہوئے ہے۔ اسی کا نتیجہ اس کی ذلت ورُسوائی، بے سکونی اور بے اطمینانی ہے۔

قرآنِ مجید کی تمام تعلیمات اور دلائل و براہین اپنے مخاطبین سے صرف ایک ہی تقاضا کرتے ہیں، اور وہ ہے ایمان باللہ اور اس کی عطا کردہ تعلیماتِ قرآنی کو تھام لینا۔ گویا اللہ کی ذات، صفات، اختیار وغیرہ پر کامل ایمان کے ساتھ اس کے لازمی تقاضوں پر بھی غیر متزلزل ایمان کے بعد اعتصام بحبل اللہ...... یعنی عقائد کی درستی اور پھر اعمالِ صالح۔ سورۃ العصر بھی ان ہی امور کی تفصیل بیان کرتی ہے کہ ایمان، عملِ صالح اور حق کی وصیت کے ساتھ باہم صبر واستقامت کی تلقین۔ یہ چیزیں اللہ کی رحمت، فضل، اس کی جانب سے صراطِ مستقیم کی رہنمائی اور اس کی رضا کا موجب ہیں۔

قرآنی فلسفۂ حیات میں معاشرتی زندگی کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن اس میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنانے کا درس دیتا ہے اور اس کی تعلیمات کا مرکز ومحور یہ نکتہ ہے کہ اجتماعی زندگی گزارتے ہوئے سعادت اور کامیابی کا انحصار اس امر پر ہے کہ کوئی حق دار محروم نہ ہو اور کسی پر زیادتی اور ظلم نہ ہو۔ قرآن میں بیان کردہ تمام اخلاقی قوانین اسی محور کے گرد گھومتے ہیں۔

غیبت، سوءظن، تمسخر، بدعہدی، ناپ تول میں کمی، فحش گوئی وغیرہ سے اجتناب کی ہدایت، اہلِ خانہ اور والدین سے حُسنِ سلوک، عفو ودرگزر، تحمل ووقار، پاک بازی، راست بازی، امانت کا تحفظ، عدل وانصاف کا قیام، ہر فرد کے حقوق کا تحفظ، انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے معاشرے کی صلاح وفلاح، ایک دوسرے کی ضرورتوں کی تکمیل کا احساس ـــــ ہمارے معاشرتی رویوں سے متعلق قرآنی ہدایات کے چند نکات ہیں۔

قرآن کے تمام ہمہ پہلو دلائل و براہین ساری انسانیت اور بالخصوص اہلِ ایمان کو دعوت دے رہے ہیں کہ اگر ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے نہیں، تو وہ ان پر غور کریں، ان سے نصیحت اور رہنمائی حاصل کر کے انھیں اپنی زندگیوں کا مرکز ومحور بنائیں۔

قرآن کی پکار ہے: اے اہلِ ایمان! اگر تم مسلمان کی حقیقی آن بان اور شان کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہو تو نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن...... قرآن کے بغیر باعزت زندہ رہنے کا تصور

ممکن ہی نہیں۔اور ڈرو میدانِ حشر کے اس لمحے سے جب رسولؐ بارگاہِ الٰہی میں فریاد کناں ہوں گے: يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان ۲۵:۳۰) کہ اے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا اور تب یہ قرآن بھی ہمارے خلاف حجت بن کر اُٹھ کھڑا ہوگا۔